قیام امن کے لیے قومی دفاعی اداروں کا کردار (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)

فیاض احمد فاروق*

رضیہ شبانہ**

یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ وہ مل جل کر زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہے، کیونکہ اجتماعی زندگی میں انسان امن وسکون چاہتا ہے اور اسی اجتماعی زندگی سے محبت واخوت اور رواداری کا درس بھی ملتا ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور معاشرتی زندگی کے بہتر قیام کے لیے مملکتی نظام اور ریاست کا تصور ملتا ہے۔ یہ دراصل ایک قومی اور ملی ادارہ ہوتا ہے جو اس معاشرے میں رہنے والے افراد اور ان کی طرز زندگی سے متعلق تمام معاملات کا بھی امین ہوتا ہے۔ اسی ریاستی نظام میں طرز زندگی سے متعلق پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں اور ان پالیسیوں پر عمل داری کے لیے مختلف قومی اداروں کا تصور ملتا ہے جو اسی ریاستی نظام کے تحت اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوتے ہیں۔ گویا یہ ریاستی تشکیل کا ایک جامع نظام ہے جو اس کے نظم ونسق کو چلانے اور افراد کے حقوق وفرائض کی عملی تکمیل میں بنیادی کردار کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔
جہاں تک قومی، ملی اور اجتماعی زندگی کا تعلق ہے تو اس میں نسل انسانی بغیر کسی مشقت اور مشکل کے اپنی زندگی گزارتی ہے۔ مگر اس اجتماعی زندگی میں باہم انسانوں کے درمیان مختلف نزاعی امور تنازع کا سبب بنتے ہیں جس کی بدولت انسان کی سرکشی اس معاشرے کے امن وامان کو خراب کر دیتی ہے۔ جس سے نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی زندگی بھی خطرات سے دوچار ہو جاتی ہے اور اس کے اثرات معاشرے کے دیگر افراد اور ان کے طرز زندگی پر بھی رونما ہوتے ہیں۔ چنانچہ انسان کی معاشرتی زندگی میں ایسے عوامل کے خاتمے کے لیے اور امن وامان کو قائم رکھنے کے لیے مختلف اداروں کا تصور ملتا ہے۔

---

* پی ایچ ڈی سکالر، سیرت چیئر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

یہ ادارے بنیادی طور پر قومی اور اجتماعی زندگی کی بقاء کے لیے اہم تصور کیے جاتے ہیں تاکہ یہ قومی ادارے اس معاشرے کے بدلتے ہوئے خراب حالات اور شدت پسندانہ سرگرمیوں کا خاتمہ کر کے امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنا سکیں۔

قیام امن کے لیے دہشت گردی، شدت پسندی اور انتہا پسندانہ سرگرمیوں کے خاتمہ کیے لیے قومی دفاعی اداروں کی ضرورت اور ان کا کردار بہت اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مملکت خداداد کی سالمیت، خود مختاری، معاشی استحکام، معاشرتی وحدت، جغرافیائی وحدت و استقامت، قومی یکجہتی اور امن و امان کے قیام کے حوالے سے پاکستان کے قومی دفاعی اداروں کا کردار لازوال حیثیت رکھتا ہے۔ امن و امان کے قیام کے لیے قومی دفاعی اداروں کی جو لازوال کوششیں ہیں ان سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے امن و امان کے قیام کے لیے دفاع کے ساتھ ساتھ معاشرتی وحدت کی بہت ضرورت ہے۔ قوم کو مختلف بنیادوں پر تقسیم کی بجائے وحدت فکر کی طرف راغب کیا جائے تاکہ اتحاد کی اس کیفیت کو بھی قیام امن کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

جہاں تک امن و امان کے قیام کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے امن کی وضاحت کی جائے کہ امن سے کیا مراد ہے اور قیام امن کیوں ضروری ہے اور پھر قیام امن کے لیے دفاعی اداروں، ریاستی پالیسیوں اور پالیسی سازوں کے کردار سے متعلق جائزہ پیش کیا جائے۔

امن ایک ایسا موضوع ہے جس کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے کیونکہ معاشرتی زندگی کی بقاء، اس کا بہتر نظام اور اس کا نظم و نسق امن و امان کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی حالت میں امن کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

امن کا لغوی مفہوم

اگر ہم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب یعنی قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو اس میں امن خوف اور دہشت کی ضد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَّاٰمَنَہُمْ مِّنْ خَوْفٍ (۱) "اور خوف سے محفوظ بنایا ہے"

یعنی امن خوف کی ضد ہے اور اس کا مطلب ہے امن میں آجانا، مطمئن ہونا اور امن کی جگہ پانا۔

جیسا کہ الفراہیدی "کتاب العین" میں لکھتا ہے

الامن ضد الخوف،والفعل منه:امن يامن امنا والمامن موضع الامن(۲)

"امن خوف کی ضد ہے اور اس کا فعل امن یا من آتا ہے، مامن جائے امن کو کہا جاتا ہے"

ابن منظور افریقی "لسان العرب" میں لکھتے ہیں

الامن ضد الخوف(۳) "امن خوف کی ضد ہے"

امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں امن کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اصل الامن طمانية النفس وزوال الخوف(٤)

"امن طبیعت میں امن کے حصول اور خوف کے زائل ہونے کا نام ہے"

گویا اس سے مراد ایک ایسا احساس جس سے سکون اور تمانت حاصل ہو تا کہ انسان بلا خوف و خطر اپنی زندگی گزار سکے۔

امام زمخشری "اساس البلاغۃ" میں امن کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلان امنة اى يامن كل احد ويثق به،ويامنه الناس ولا يخافون غائلته(٥)

"ایسی مجسمہ امن شخصیت جو دوسروں کو امن عطا کرے اور لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ ہو کر امن و امان میں رہیں"

امام جرجانی امن کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بانه عدم توقع مكروه فى الزمان الاتى(٦)

"مستقبل میں کسی بھی ناپسندیدہ واقعہ کی توقع نہ کرنا"

مطلب کہ کوئی بھی ایسا واقعہ جو انسان کی پر امن زندگی میں خلل ڈال دے اور انسان کو بے سکونی کی کیفیت میں مبتلا کر دے جس سے انسان کی معاشرتی زندگی میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہو جائے جو اس کی معمول کی زندگی کو بھی متاثر کر دے۔

انگریزی میں امن کے لیے "Peace" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق

Freedom from war and hostilities a state or relation of concord and amity in international law. That condition of a nation not at war with another.(۷)

"جنگ اور جنگی کارروائیوں سے آزادی، بین الاقوامی تعلقات میں اتحاد اور دوستانہ روابط اور کسی قوم کی وہ حالت جس میں وہ کسی دوسری قوم سے حالت جنگ میں نہ ہو"۔

گویا انسانی زندگی میں ایسے رویے جس سے وہ پریشان حال رہے اور اندرونی وبیرونی خطرات سے دو چار ہو تو اس کیفیت سے نجات پانے کا نام امن ہے۔

اس کی وضاحت انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین سے یوں ہوتی ہے:

"امن و سکون کی حالت جنگ یا بے جا دخل اندازی سے نجات، خوف، شدید بے چینی کی کیفیت، اخلاقی جنگ اور جنگی کارروائیوں سے نجات، باہمی اتحاد اور دوستی کی فضا شامل ہے"۔[۸]

حمید اللہ عبد القادر اپنی کتاب "پیغمبر امن" میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں"

"آسودگی قلب، داخلی اطمینان و سکون، ہیجانی کیفیت سے نجات، معاشرتی اعتبار سے باہمی تعاون و اشتراک، سازگاری کی عمومی فضا، حقوق و فرائض کی متوازن ادائیگی اور معاشرتی حسن وخوبی اس کے مفہوم میں شامل ہے"۔[۹]

گویا اس سے بھی معلوم ہوا کہ انسان جب مل جل کر زندگی بسر کرتا ہے تو اس اجتماعی زندگی میں ایسے کسی بھی شخص، جماعت یا ادارے سے خوف نہ ہو اور پر سکون و پر مسرت زندگی گزارنے کا نام امن ہے اور امن و سلامتی انسانی زندگی کا ایک اہم جزو سمجھا جاتا ہے اس لیے اسلامی تعلیمات میں بھی اس طرف خصوصیت سے نشاندہی ملتی ہے۔

امن کی مفصل وضاحت کے بعد ضروری ہے کہ قیام امن کا جائزہ لیا جائے کہ امن کا قیام کیوں ضروری ہے اور یہ انسانی زندگی کو کیسے پر مسرت وخوش حال بناتا ہے۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ وہ امن و سکون اور باہمی محبت کے ساتھ مدنی زندگی کو پسند کرتا ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کی اس فطری خواہش کے برعکس اسے فسادی کہا گیا بلکہ تخلیق انسان کے وقت ہی فرشتوں نے اس تخلیق پر سوال کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایسے شخص کی تخلیق کیوں ہو رہی ہے جو زمین پر فساد برپا کرے گا اور خون ریزی کرے گا۔ قرآن کریم نے اسی بات کی وضاحت ان الفاظ میں کی۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآ[۱۰]

"انہوں (فرشتوں) نے کہا کہ کیا اسے بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے"۔

گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ زمین پر فساد اور خون ریزی تو ہو گی۔ لہذا ضروری تھا کہ اس فساد اور خون ریزی سے بچنے کا بھی اہتما کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی تعلیمات میں اس طرف رہنمائی ملتی ہے کہ فساد فی الارض کی بجائے امن کو پسند کیا گیا۔ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مشن بھی زمین سے فساد مٹانا اور امن قائم کرنا، نفرت مٹانا اور محبت بڑھانا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۱۱)

"اس وقت کو یاد کرو جب اس نے تم کو قوم عاد علیہ السّلام کے بعد جانشین بنایا اور زمین میں اس طرح بسایا کہ تم ہموار زمینوں میں قصر بناتے تھے اور پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بناتے تھے تو اب اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو"۔

اگر قوم ثمود کا جائزہ لیا جائے تو قوم ثمود میں منظم گروہ تھے جو فتنہ و فساد پھیلاتے اور ناحق کشت و خون کرتے تھے حتی کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر بھی حملے سے گریز نہ کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (۱۲)

"اور اس شہر میں نو افراد تھے جو زمین میں فساد برپا کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے"۔

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم معاشی کرپشن کے ذریعے معاشرے میں فساد انگیزی میں مبتلا تھی، معاشرتی سطح پر بھی لوگوں کو قبول حق سے روکتے اور راہ حق پر چلنے والوں کو خوف زدہ کرتے۔

حضرت شعیب نے انہیں اس روش کو ترک کرنے اور پیغام امن و محبت کا درس دیا۔ ارشاد فرمایا:

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۱۳)

"اے قوم ناپ تول میں انصاف سے کام لو اور لوگوں کو کم چیزیں مت دو اور روئے زمین میں فساد مت پھیلاتے پھرو"۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اخلاقی گراوٹ، جنسی بے راہ روی کا شکار ہو کر معاشرے میں فساد فی الارض کا باعث بن رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے زندگی بھر اس فتنہ وفساد کے خلاف جہاد کیا اور قیام امن کی کوشش فرماتے رہے۔ اسی عظیم نعمت امن ومحبت کو معاشرے میں اجاگر کرنے کے لئے اپنے رب سے یوں دعا فرماتے ہیں:

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ (١٤)

"تو لوط نے کہا پروردگار تو اس فساد پھیلانے والی قوم کے مقابلہ میں میری مدد فرما"۔

اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام کی قوم بھی معاشرے میں فتنہ وفساد برپا کرنے میں پیش پیش تھی۔ فرعون اور اس کے حواریوں نے پوری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا دیا تھا اور ان کی ہر طرح کی آزادی سلب کر رکھی تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے بھی فتنہ وفساد کے خلاف علم امن بلند کیا حتی کہ فرعون کو اللہ تعالیٰ نے غرق کیا جو معاشرے میں فساد کی جڑ تھا۔ حضرت موسی علیہ السلام اپنی قوم کو فتنہ وفساد سے روکنے اور امن قائم کرنے کی یوں تعلیم دیتے ہیں:

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللہِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (١٥)

"اور اس موقع کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کے لیے پانی کا مطالبہ کیا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو جس کے نتیجہ میں بارہ چشمے جاری ہوگئے اور سب نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔ اب ہم نے کہا کہ من وسلویٰ کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو اور روئے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ"۔

نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم کی بات کی جائے تو ان کی دعا اس بات کی شاہد ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰہٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (١٦)

"اور جب حضرت ابراہیم نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا"

جہاں تک قتل و غارت اور فساد فی الارض کا تعلق ہے تو اس سے امن و امان اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اور انسانی جان بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَاءِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًاوَمَنْ اَحْیَاہَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (۱۷)

"اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی نفس کو۔۔۔ کسی نفس کے بدلے یا روئے زمین میں فساد کی سزا کے علاوہ قتل کرڈالے گا اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک نفس کو زندگی دے دی اس نے گویا سارے انسانوں کو زندگی دے دی"۔

اسلام کی نظر میں ناحق کسی ایک آدمی کا قتل گویا پوری انسانیت کا قتل ہے۔ اسلام کسی ایک فرد کا قتل تو در کنار اس کی ایذا رسانی کو بھی پسند نہیں کرتا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ (۱۸)

"واللہ وہ ایمان والا نہیں، واللہ وہ ایمان والا نہیں، واللہ وہ ایمان والا نہیں: عرض کیا گیا کون یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ خون ریزی کو پسند نہیں کرتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ فساد اور فسادیوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْن (۱۹)

"اور زمین میں فساد کی کوشش نہ کرو کہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے"

امن کا آرزو مند ہونا انسان کی فطرت میں داخل ہے، اس لیے ہر وجود امن اور سلامتی چاہتا ہے کیونکہ امن وسلامتی معاشرہ، افراد، اقوام اور ملکوں کی ترقی و کمال کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اسی طرح اگر تمام اسلامی عبادات اور معاملات سے لے کر آئین اور قوانین سیاست و حکومت تک کا بغور جائزہ لیا جائے تو ان تمام چیزوں سے امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا عکس جھلکتا ہے جو اسلام کا بھی مقصود و مدعا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نہ صرف امن کا حامی اور دعویدار ہے بلکہ قیام امن کو ہر حال یقینی بنانے کی تاکید بھی کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

اَلمُسلِم ،مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِہ وَ یَدِ ہِ(٢٠)

"یعنی مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں"

انسان اکثر اوقات اپنی زبان اور ہاتھ دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے اس لیے اسے اپنے ہاتھ اور زبان پر قابو رکھنے کی ہدایت ہوئی تاکہ انسان دوسرے لوگوں کو امن و سکون کی نعمت سے محروم نہ کر سکے۔ اسلام نے ایسے شخص کو بدترین انسان قرار دیا ہے جس سے نہ خیر کی توقع ہو اور نہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

وَشَرُّکُمْ مَنْ لَا یُرْجَی خَیْرُہُ وَلَا یُؤْمَنُ شَرُّہُ(٢١)

"تم میں بدترین شخص وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کو نہ خیر کی امید ہو نہ اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں"

تمام مذکورہ آثار کی روشنی میں واضح ہوا کہ امن وسکون انسانی زندگی کا ایک لازمی جزو سمجھا جاتا ہے اور اس کے بغیر انسان بہتر زندگی نہیں گزار سکتا اور اچھی زندگی گزارنے کے لیے تمام انسانوں کو باہم پیار و محبت کی تعلیم دی گئی اور ایک دوسرے کی جان ومال کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن وسکون کیسے پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے لیے تمام معاشرتی اداروں کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ معاشرے میں رونما ہونے والے اسباب و واقعات (جو امن و امان کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں) سے نجات حاصل کی جائے۔ اس لیے ریاست، ریاستی نظام اور تمام ریاستی ادارے اس کے ذمہ دار تصور ہوتے ہیں۔ امن و امان کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ریاست ایسی پالیسیاں تشکیل دے اور پھر تمام ادارے ان پالیسیوں کے مطابق عملی اقدامات اٹھا کر پیدا ہونے

والی تمام صورت حال کے مطابق لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تمام اداروں کا اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براہونا ضروری ہوتا ہے۔

پاکستان میں امن وامان کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو پچھلے کچھ عرصہ سے مملکت خداد پاکستان میں امن و امان کی صورت حال اتنی بہتر نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ امن وامان کے خراب ہونے کی بنیادی اسباب کا جائزہ لیا جائے کیونکہ ان اسباب کو سمجھے بنا محض طاقت کی بناپر امن و امان قائم نہیں کیا جا سکتا۔ ان حالات میں ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ قومی دفاعی اداروں کے کردار کا بھی جائزہ لیا جائے کہ وہ امن و امان کے قیام کے لیے اور فساد فی الارض کے خاتمے کے حوالے سے کیا لائحہ عمل مرتب کر رہے ہیں۔

قومی دفاعی اداروں کا کردار

کسی بھی مملکتی نظام میں اداروں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، ریاستی ادارے ہی در اصل ریاستی نظام کی اساس ہوتے ہیں تاکہ داخلی اور خارجی لحاظ سے بھی ریاست کو مزید مستحکم و مضبوط بنایا جا سکے۔ اگر ہم ریاست کے بنیادی ڈھانچے کی بات کریں تو اس میں تین بنیادی اداروں کا تصور ملتا ہے جس میں مقننہ انتظامیہ اور عدلیہ قابل ذکر ہیں۔ ان اداروں میں سب سے اہم ادارہ مقننہ (قانون ساز ادارہ) کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس ادارے میں ریاستی نظام سے متعلق پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں، قوانین بنائے جاتے ہیں اور ضابطے تشکیل دیے جاتے ہیں، تاکہ ملکی ضروریات اور عوام الناس کی سہولیات کے لیے اور معاشرے میں امن و امان کے قیام کے لیے بہتر طریقے سے قومی خدمت کے جذبے کے تحت اپنے اپنے دائرہ حدود میں فرائض کو سرانجام دیا جائے۔ اسی طرح دوسرا ادارہ انتظامیہ کا سامنے آتا ہے جو ریاستی نظام میں ان قوانین و ضوابط پر عمل داری کا کام سرانجام دیتا ہے جو قوانین و ضوابط مقننہ تشکیل دیتی ہے۔ یہ قواعد و ضوابط ریاستی نظام، نظم و نسق، اداروں کی بہتری اور عوام الناس کے تحفظ کے لیے تشکیل دیے جاتے ہیں۔

کسی بھی ریاستی نظام میں رعایا کی جان و مال کا تحفظ بہت اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا ہے یہ دراصل شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے کہ انسانی جان کا تحفظ کیا جائے اور اسے بلا خوف و خطر زندگی گزارنے کے طریقے فراہم کیے جائیں تاکہ نہ صرف وہ امن و سکون کی زندگی بسر کریں بلکہ ایسے عوامل کا بھی قلع قمع کیا

جائے جو ریاستی نظام، افراد اور اداروں کے امن وسکون میں خلل ڈالتے ہیں یا امن وامان کو تباہ وبرباد کرنے کوشش کرتے ہیں۔

جہاں تک ایسے افراد، طبقات اور گروہ کا تعلق ہے جو معاشرے کا امن وامان خراب کرتے ہیں اور دہشت اور خوف کی فضا قائم کرتے ہیں تو ایسے افراد وطبقات کا وجود تو عدم سے ہے جو عام معاشرتی زندگی میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں یا فساد فی الارض کے ذریعے معاشرے کا امن وسکون خراب کرتے ہیں۔ لہذا ہر دور میں مختلف افراد اور ادارے ایسے تخریبی عناصر کے خلاف عملی سرگرمیوں کا حصہ بن کر معاشرے میں امن و سکون کو قائم رکھنے کی کوششوں کا مسلسل حصہ رہے ہیں۔

اگر پاکستان کے موجودہ حالات پر روشنی ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کا ریاستی نظام، عوام اور معاشرہ خوف ودہشت کی عملی صورتحال کا شکار ہے۔ جس کے لیے ریاست نے پالیسیاں وضع کیں اور دفاعی ادارے اس صورتحال کے خاتمہ کے لیے عملی کوششیں کر رہے ہیں۔ یہاں عمومی طور پر ان اداروں کے کردار پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا۔ پیشہ ورانہ اہلیت

قیام امن کے لیے قومی دفاعی اداروں کا کردار ہمیشہ سے مسلم رہا ہے اور ان اداروں میں کام کرنے والے افراد پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح قیام امن میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاں پر پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں وہیں پر ان پالیسیوں کے مطابق لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ان افراد میں موجود اہلیت کا ہونا بھی ضروری ہے بالخصوص وہ اہلیت جو ان کی پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں ان کے لیے بہتر ہو۔ کیونکہ بغیر اہلیت کے کوئی بھی کام بہتر انداز میں نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک اہلیت کا تعلق ہے تو سید ریاض حسین شاہ لکھتے ہیں:

"اہلیت سے مراد انسان کی وہ صلاحیت جو حقوق مشروعہ کو اس پر یا اس کے لیے لازم کرتی ہے"۔ (۲۲)

گویا انسان کے اندر وہ صلاحیت ہونی چاہیے جس کی بنیاد پر وہ حقوق حاصل کرے اور اپنے فرائض بہتر انداز میں پورے کرے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں بھی اہلیت کو بنیاد بنا کر بڑے جامع انداز

میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک انسان میں ایک فطری صلاحیت ہے اور دوسری پیشہ ورانہ صلاحیت ہے۔اس صلاحیت کو عملی سرگرمیوں کا حصہ بن کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ جب بھی قومی اداروں میں افراد کا انتخاب کیا جاتا ہے تو اس کے لیے ان میں دونوں قسم کی اہلیت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کو جو منتخب کرنے والے (قومی ادارے) ہیں ان کو بھی اہل ہونا ضروری ہے کہ وہ کس کام کے لیے کن افراد کا انتخاب کرتے ہیں اور جس کا انتخاب کیا جارہا ہے کیا وہ اس کام کے لیے موزوں ہے یا نہیں۔اس لیے اہل افراد کا انتخاب بہت ضروری ہے اور اس سے کوتاہی کی صورت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

قال رسول اللهﷺ اذا ضيعت الامانة فانتنظر الساعة قال: كيف اضاعتها؟قال اذا وسد الامر الى غير اهله فانتنظر الساعة[۲۳]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب امانت ضائع کی جانے لگے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ امانت کے ضیاع سے کیا مراد ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ذمہ داریوں کو نااہل افراد کے سپرد کیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو"۔

اسلام کی نظر میں یہ ذمہ داری ایک اعزاز کی بجائے ایک ایسی امانت ہے جس کا محاسبہ بہت شدید ہو گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

انها امانة ونها يوم القيامة خزى وندامة،الا من اخذها بحقها وادى الذى عليه فيها[۲٤]

"یہ منصب ایک ذمہ داری ہے جو روز قیامت رسوائی اور ندامت کو موجب بنے گی۔ماسوائے اس شخص کے جو اس حالت میں اس پر فائز ہوا کہ وہ اس کا حق رکھتا تھا اور اس نے ذمہ داری کو ادا کرنے کی کوشش کی"۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قومی اداروں میں کام کرنے والے افراد میں ایسی اہلیت کا ہونا ضروری ہے جس کے تحت وہ اپنے حقوق و فرائض کی بہتر بجاآوری کرسکیں۔دور جدید کے جو معاشرتی حالات ہیں ان میں بھی امن و امان کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اہل افراد کا انتخاب کیا جائے تاکہ قومی دفاعی ادارے بہتر طریقے سے قومی خدمت کرتے ہوئے معاشرے مین امن وسکون کو قائم کرسکیں۔

۲۔ بہتر حکمت عملی

اسلام نے حکمت کا لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے اور یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے فرائض نبوت میں بھی یہ بات شامل کر دی کہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ[۲۵] "انہیں کتاب و کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے"۔

گویا حکمت و دانائی کی تعلیم دینا بھی آپ ﷺ کے فرائض میں شامل تھی۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے

> عن ابی ہریرہ قال قال رسول الله الكلمة الحكمة ضالة المومن فحيث وجدها فهو احق بها[۲۶]
>
> حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی اسے پائے وہ اسے حاصل کر لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے"۔

معلوم ہوا کہ بغیر حکمت کے کوئی بھی کام اچھے طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے جہاں تک قیام امن کا تعلق ہے تو اس کے لیے بھی بہتر حکمت عملی کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ بروقت اور بہتر طریقے سے شدت پسند، فسادی اور ایسے تمام گروہوں کا خاتمہ کیا جا سکے جو معاشرے میں امن و امان کے بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

اس وقت مملکت پاکستان میں امن و امان کے قیام کے لیے افواج پاکستان کی نگرانی میں بہتر حکمت عملی کے تحت مختلف کارروائیاں جاری ہیں جن میں ضرب عضب اور رد الفساد قابل ذکر ہیں۔ پاکستان میں فوج کا ادارہ ایک ایسا ادارہ ہے جو امن و امان کے قیام کے لیے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے تحت مختلف کارروائیاں کرنے میں مصروف عمل ہیں اور پاکستانی قوم اپنے اس ادارے پر فخر کرتی ہے۔ سابقہ کچھ ادوار سے پاکستان میں امن و امان کی صورت حال کافی حد تک خراب رہی اور اس میں کسی حد تک بہتری آئی ہے تو اس میں بھی افواج پاکستان کا اہم کردار ہے۔

۳۔ صلاحیتوں کا استعمال

قیام امن کے لیے ضروری ہے کہ قومی ادارے اور ان میں کام کرنے والے افراد اپنی صلاحیتوں کا بہتر سے بہتر استعمال کریں، کیونکہ باصلاحیت افراد ہی مملکتی دفاعی نظام اور معاشرے میں امن و امان کے قیام میں بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ قومی دفاعی ادارے اور ان میں کام کرنے والے افراد وقتی ضرورت کے مطابق قیام امن اور اس کے فروغ میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرتے ہیں تاکہ مملکتی نظام بھی درست

طریقے سے چلتا رہے اور معاشرے میں امن و سکون بھی قائم رہے۔اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ قومی اداروں میں ایسے افراد کو حصہ بنایا جائے جو انفرادی صلاحیتوں کے مالک ہوں۔کیونکہ اچھی صلاحیت ہی بہتر حکمت عملی کی تکمیل کا سبب بن سکتی ہے۔اگر دیکھا جائے تو پارلیمنٹ ایک ایسا ادارہ ہے جو قوانین وضع کرتا اور پالیسیاں ترتیب دیتا ہے اور انتظامیہ ایک ایسا ادارہ ہے جو قوانین کا نفاذ کراتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ان اداروں میں بھی ایسے باصلاحیت افراد شامل ہوں جو اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں۔

۴۔ زمینی حقائق کے مطابق لائحہ عمل

قومی دفاعی اداروں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر اپنا لائحہ عمل ترتیب دیں۔کسی ایک علاقے کا امن و امان دوسرے علاقے سے مختلف ہو سکتا ہے۔مثال کے طور پر اس وقت بلوچستان اور کراچی جیسے بڑے شہر میں امن و امان کی صورت حال بہت خراب ہے اس لیے ان علاقوں کے حالات کو سامنے رکھ کر لائحہ عمل مرتب کیا جائے اور جن علاقوں میں امن و امان کی صورت حال بہتر ہے وہاں پر ممکنہ تخریبی سرگرمیوں کے حوالے سے لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جن علاقوں کے حالات خراب ہوتے ہیں اور وہاں مختلف کارروائیوں کی ضرورت رہتی ہے ایسے علاقوں میں امن و امان کی بحالی اور وہاں رہنے والے افراد کے حقوق کا تحفظ اور ان کی آبادکاری سے متعلق بھی پالیسی وضع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تمام افراد کو بہتر سہولیات دے کر امن و سکون میں زندگی گزارنے کے موقع فراہم کیے جا سکیں۔

۵۔ قواعد وضوابط کا خیال

کسی بھی ریاستی نظام میں منظم زندگی گزارنے کے لیے جن اصول و ضوابط کا تصور ملتا ہے اسے قانون کا نام دیا جاتا ہے۔ریاست میں یہ قوانین ریاستی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں اور پھر ان قوانین کے نفاذ کو یقینی بنایا جاتا ہے تاکہ ریاستی نظام بھی چلتا رہے، تمام ادارے بھی اپنے دائرے اور حدود میں رہ کر کام کرتے رہیں اور عوام الناس بھی کسی افراط و تفریط سے محفوظ رہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی ریاست اور قانون کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دنیا کے ہر قانون میں ریاست پہلے وجود میں آتی ہے اور ریاست کو چلانے اس میں نظم وضبط قائم کرنے اور اس کے اندرونی اور بیرونی معاملات کو منظم کرنے کے لیے قانون کی ضرورت بعد میں پیش آتی ہے۔ ہر جگہ ریاست پہلے وجود میں آتی ہے اور قانون بعد میں سامنے آتا ہے۔ ریاست مقصود سمجھی جاتی ہے اور قانون اس مقصد کی تکمیل کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کے نظام میں یہ معاملہ مختلف ہے یہاں ریاست فی نفسہ مقصود بالذات نہیں ہے، ریاست ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے قانون الٰہی کو نافذ کرنے کا۔ قانون الٰہی فی نفسہ بالذات ہے۔[۲۷]

چناچہ جب ریاست کا وجود موجود ہو تو پھر قانون کا نفاذ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ قانون کا احترام کسی بھی معاشرے میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور ریاست کے ہر کام کو قواعد وضوابط کے مطابق کرنے کے لیے ایک لائحہ عمل مرتب کیا جاتا ہے۔ تاکہ معاشرے میں کسی بھی فرد، طبقے یا ادارے کے حقوق متاثر نہ ہوں اور ہر ادارہ، طبقہ اور فرد اپنے اپنے دائرہ حدود میں رہ کر کام کرے۔ اس لیے ضروری ہے کہ قومی دفاعی ادارے جب امن وامان کے قیام کے لیے عملی کوششیں کرتے ہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قواعد وضوابط کا بھی خیال رکھیں۔ تاکہ قانونی دائروں میں رہتے ہوئے امن وامان کی صورتحال کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے۔ اور ان تمام مراحل میں معاشرے کے کسی فرد یا طبقے کی طرف سے کوئی ایسا اعتراض نہ ہو کہ یہ ادارے دوسر اداروں، طبقات یا افراد کے حقوق پامال کرتے رہیں۔ مگر اس میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ امن وسلامتی کا قیام بنیادی حیثیت کا حامل ہے اس لیے جو افراد طبقات یا ادارے اس کو خراب کرنے کی کوشش کریں گے پھر ان کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے دیگر افراد کے حقوق اور ان کی جان ومال کا تحفظ مقدم تصور ہو گا۔ اور ایسی کسی بھی صوت حال سے عملی طور پر نمٹنے کے لیے فوری طوری طور مخصوص فورس اور مخصوص پالیسی بھی وضع کی جاسکے گی۔ اس حوالے سے تمام قومی دفاعی اداروں کا آپس میں ربط وتعلق قائم رہے گا۔

۶۔ اداروں کا باہمی ربط وتعلق

جیسا کہ پہلے واضح کیا جاچکا ہے کہ ہر ادارے کی اپنی خاص اہمیت ہے اور ریاستی نظام اور نظم ونسق کے حوالے سے کسی بھی ادارے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ یہاں ہمارا بنیادی نکتہ قیام امن ہے تو اس امن وامان اور اس کے قیام کے حوالے سے تمام ادارے باہم مل جل کر کام کریں تاکہ وہ مخصوص

کاروائیوں کو بہتر سے بہتر انداز میں انجام دے سکیں۔اس حوالے سے پاکستان میں خفیہ ایجنسیوں اور ان کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ معمولی اور غیر معمولی زندگی میں ریاستی نظام اور اس سے متعلق تمام حالات وواقعات، معاشرتی حالات میں تبدیلی اور اندرونی اور بیرونی سرگرمیوں پر نظر رکھنا ایسے اداروں کی بنیادی ذمہ داری تصور کی جاتی ہے۔چناچہ کسی بھی غیر معمولی صورت حال میں وہ متعلقہ اداروں کو آگاہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے متعلقہ ادارے غیر معمولی صورت حال سے متعلق سنجیدگی سے کارروائی کرتے ہیں۔یہ واضح رہے کہ پاکستان میں امن وامان کے قیام میں ان تمام اداروں کا اپنا اپنا کردار ہے جنھیں کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۷۔ معاشرتی وحدت

اگر معاشرتی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معاشرتی زندگی میں کیسے امن وسکون قائم کیا جاسکتا ہے اس کا ایک اصول قرآن کریم نے یہ دیا ہے

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[(۲۸)]

"نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور تعدّی پر آپس میں تعاون نہ کرنا"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد جبکہ برے کاموں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ معاشرہ میں بسنے والے افراد بھی امن و سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔معاشرے میں امن وامان برقرار رکھنے کے لیے ہمیں اپنے سماجی تعلقات اور اس کی نوعیت کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔اس کے لیے ضروری ہے کہ آپس میں محبت، صلہ رحمی اور اخوت کے جذبات پیدا کرنے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[(۲۹)]

"بے شک تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

عن نعمان بن بشیر قال قال رسول اللہﷺ: مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکیٰ منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھو والحمی (۳۰)

"حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی (یعنی سب مومن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے نیند نہیں آتی بخار آ جاتا ہے"

معاشرے میں امن و امان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرتی وحدت کا تصور پیدا کیا جائے اور اللہ کے احکامات کی پیروی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳۱)

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ بازی میں مت پڑو"

قیام امن کے لیے بھی ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام افراد ایک دوسرے کی جان و مال کا تحفظ کریں۔ غیر معمولی سرگرمی کی صورت میں قومی اداروں کو آگاہ کریں تاکہ معاشرے سے تخریب کاری کا خاتمہ کر کے امن و سکون کی فضاء کو قائم رکھا جا سکے۔

۸۔ امن و امان کا قیام اور اسلامی تعلیمات

قوموں کی تعمیر و ترقی اسی صورت میں ممکن ہوتی ہے جب معاشرتی زندگی میں امن و سکون رہے اور قیام امن کے لیے تمام متعلقہ ادارے اپنا کردار ادا کرتے رہیں۔ اسلام میں امن و امان اور اس کے قیام کے حوالے سے تعلیمات واضح ہیں، یہاں تک کہ قرآن کریم کو ہی امن و امان کی بنیاد قرار دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے

ان ھذا ا لقرآن مادابة الله فمن دخل فیه فھو امن (۳۲)

"بے شک یہ قرآن اللہ کا دستر خواں ہے جو اس میں داخل ہوا وہ امن پا گیا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے جو معاشرتے زندگی کے اصول دیے ہیں ان پر عمل کر کے انسان اور انسانی زندگی امن و سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (۳۳)

"وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔"

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا(۳۴)

اور زمین میں اس کی اصلاح ہو جانے کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

گویا واضح تعلیمات موجود ہیں کہ جب امن قائم ہو جائے تو پھر اس امن کو خراب اور فساد فی لارض کی اجازت کسی کو نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ فسادی اور تخریب کاروں کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْہَا وَیُہْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَوَاللہ ُلَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (۳۵)

"اور جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو اس کی دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ فساد کو پسند کرتا ہے اور نہ اس کی اجازت دیتا ہے۔ معاشرے میں امن و امان قائم رکھنے، حقوق و فرائض کی بجا آوری کا پورا نظام ملتا ہے۔ اسی لیے سیرت طیبہ سے جو رہنمائی ملتی ہے اس کا جائزہ لینے سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حکمران کو بھی عوام کے ساتھ خیر و بھلائی کا حکم دیا گیا ہے تاکہ رعایا تنگ دستی کی بجائے امن و سکون میں رہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

سمعت من رسول اللهﷺ يقول فى بيتى هذا: اللهم، من ولى من أمر أمتى شيئا فشق عليهم، فاشقق عليه، ومن ولى من أمر أمتى شيئا فرفق بهم فارفق به(۳۶)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! جو میری امت کے کسی معاملہ کا حکمران بنا، پھر اس نے میر امت پر سختی کی (اور تشدد سے کام لیا) تو آپ بھی اس پر سختی فرمایئے، اور جو میری امت کے کسی معاملہ کا حکمران بنا، پھر اس نے میری امت کے ساتھ نرمی کی، تو آپ بھی اس کے ساتھ نرمی فرمایئے"

چنانچہ جب ہم اللہ کے احکامات کی پیروی کریں گے تو ہمیں ہر قسم کے خطرات سے امن حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِکَ لَہُمُ الْاَمْنُ وَہُمْ مُّہْتَدُوْنَ(۳۷)

"دونوں فریقوں میں سے امن و سلامتی کا زیادہ حقدار کون ہوا؟ اگر تم کچھ جانتے ہو (تو جواب دو) جو لوگ ایمان لائے پھر اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا۔ انہی کے لیے امن و سلامتی ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں"

اگر تمام کوششوں اور اسباب کے باوجود بھی معاشرے میں امن قائم نہ ہو رہا ہو تو پھر ضروری ہے کہ انسان کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں اللہ احکامات کی ناشکری تو نہیں ہو رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَضَرَبَ اللہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً یَّاْتِیْہَا رِزْقُہَا رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللہِ فَاَذَاقَہَا اللہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ [۳۸]

"اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے۔ جو امن و چین سے رہتی تھی اور ہر طرف سے اس کا رزق اسے وسیع مقدار میں پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کا مزا یہ چکھایا کہ ان پر بھوک اور خوف (کا عذاب) مسلط کر دیا"

اس لیے ضروری ہے کہ آج ہمیں اپنے حالات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ آیا امن امان کی خرابی میں ہم خود تو کردار ادا نہیں کر رہے اور ایسی صورت حال میں اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث

انسان کی مدنی زندگی میں طرز معاشرت، ریاستی نظم و نسق اور امن و امان کا قیام اس کے بنیادی تصورات میں سے ہی جن کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بہتر معاشرتی زندگی میں امن و امان اور اس کا قیام کو بنیادی حیثیت دی گئی اور انبیاء کرام نے بھی اپنے دور کی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے امن و امان کے قیام کی طرف خصوصی توجہ دی۔ یہاں تک کہ نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنی عملی زندگی کا آغاز قیام امن کی سرگرمیوں سے کیا جس کو آج ہم حلف الفضول کے نام سے جانتے ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں اس بات کی طرف نشاندہی ملتی ہے کہ امن و امان کا قیام ایک اہم ذمہ داری ہے لہذا اس کی عملی تکمیل کے لیے اہل افراد کا انتخاب بہت ضروری ہے۔ باصلاحیت افراد ہی امن و امان کے قیام کو بہتر انداز میں قائم کرسکتے ہیں اور معاشرے سے فسادی اور تخریب کاری کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کے

انجام سے بھی ڈرایا گیا تاکہ ایسے عناصر اپنی مکروہ سرگرمیوں سے باز رہیں۔ اس لیے اچھے حکمران کی اہمیت اور قومی دفاعی اداروں کی اہمیت کی طرف بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

جہاں تک پاکستان کے معروضی حالات کا تعلق ہے تو اس وقت پاکستان کو مختلف خطرات درپیش ہیں۔ اس وقت پاکستان کو اندرونی اور بیرونی طور پر غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس لیے بھی اندرونی بیرونی تخریبی عناصر قتل وغارت، فساد اور امن وامان کو خراب کرنے میں پیش پیش ہیں۔ ان حالات میں جہاں حکومتی نااہلی پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ وہ کماحقہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براکیوں نہیں ہو سکے وہیں پاکستان کے قومی دفاعی اداروں کی لازوال کوششوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تمام سیاسی جماعتوں، قانون ساز اداروں اور اعلیٰ انتظامیہ نے جو حکمت عملی وضع کر کے دفاعی اداروں کو دی اس میں بالخصوص افواج پاکستان کا کردار مسلم ہے۔ یہ وہ واحد ادارہ ہے جو امن و امان کے قیام میں روایتی اور غیر روایتی سرگرمیوں میں پیش پیش ہے۔ اور آج پاکستان میں جو پرامن حالات ہیں تو اس میں بھی افواج پاکستان کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام ادارے جو افواج پاکستان کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں ان کے کردار سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دراصل اداروں کا ایسا مربوط نظام ہے جو معروضی حالات میں تمام تر مشکلات کے ساتھ امن وسکون کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان اور اس میں بسنے والے افراد کو ڈرایا دھمکایا یا جانوں کا نذرانہ تو لیا جاسکتا ہے مگر ان کی قوت، اتحاد اور یکجہتی کو کم نہیں کیا جاسکتا۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب تخریبی عناصر کو اپنے مذموم مقاصد میں ناکامی ہوگی اور پاکستان کے قومی ودفاعی ادارے اپنے مقاصد میں کامیاب وکامران ہوں گے اور ریاست پاکستان کو بھی مزید مستحکم کیا جاسکے گا۔

سفارشات

۱۔ تمام قومی ادارے قیام امن اور ملکی سلامتی کے لیے باہم مل کر اپنا کردار ادا کریں۔

۲۔ انفرادی اور اجتماعی دفاع کی بجائے ملکی سالمیت کو فوقیت دی جائے۔

۳۔ قومی دھارے میں شامل ہو کر امن وامان کے لیے اپنا کردار اور صلاحیتوں کو استعمال میں لایا جائے۔

۴۔ عام معاشرتی رویوں میں روادارانہ جذبوں کو فروغ دے کر اسے بھی ملکی سلامتی اور اس کے تحفظ کے لیے استعمال کیا جائے۔

۵۔ ایک ایسا تھنک ٹینک تشکیل دیا جائے جو ملکی حالات اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسیاں مرتب کرے۔ پھر ان پالیسیوں کو متعلقہ اداروں سے قانونی سانچوں میں ڈھالا جائے۔ تمام متعلقہ دفاعی ادارے ان پالیسیوں سے متعلق عملی طور پر لائحہ عمل مرتب کر کے حصول مقاصد کے لیے ان کا بہتر استعمال کریں۔

حوالہ جات وحواشی

[۱]۔ قریش، ۱۰۶:۴

[۲]۔ الفراھیدی، الخلیل بن احمد، **کتاب العین**، دارو مکتبۃ الھلال، س ن، ج۸، ص۳۸۸

[۳]۔ ابن منظور، افریقی، **لسان العرب**، دار صادر بیروت لبنان، س ن، ج۱، ص۱۶۵

[۴]۔ راغب اصفہانی، امام، **المفردات فی غریب القرآن**، کارخانہ تجارت کراچی، س ن، ج۱، ص۲۴

[۵]۔ زمخشری، امام، **اساس البلاغۃ**، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۷۹ء، ص۲۱

[۶]۔ المناوی، محمد عبد الرووف، **التعریفات**، دار الفکر بیروت لبنان، ص۹۴

[۷]۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، یونیورسٹی پریس کیمبرج، ۱۹۱۱ء، جلد۱۷، ص۴۱۲

[۸]۔ **انسائکلوپیڈیا آف ریلیجیئن**، چارلس سنز ۱۹۰۸ء، ج۱۶، ص۲۲

[۹]۔ حمید اللہ، عبد القادر، ڈاکٹر، **پیغمبر امن**، دار السلام لاہور، س ن، ص۳۳۹

[۱۰]۔ البقرہ، ۳۰:۲

[۱۱]۔ الاعراف، ۷۴:۷

[۱۲]۔ النمل، ۴۸:۲۷

[۱۳]۔ ہود، ۸۵:۱۱

[۱۴]۔ العنکبوت، ۲۹: ۳۰

[۱۵]۔ البقرۃ، ۲: ۶۰

[۱۶]۔ البقرۃ، ۲: ۱۲۶

[۱۷]۔ المائدہ، ۵: ۳۲

[۱۸]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب اثم من لایومن جارہ بوایقہ، حدیث نمبر ۶۰۱۶

[۱۹]۔ القصص، ۲۸: ۷۷

[۲۰]۔ ابو داود، **السنن**، کتاب الجہاد، باب فی الھجرۃ ھل انقطعت، حدیث نمبر ۲۴۸۱

[۲۱]۔ ترمذی، **السنن**، کتاب الفتن، باب اچھے اور برے کی پہچان، حدیث نمبر ۲۲۶۳

[۲۲]۔ ریاض حسین شاہ، سید، **معجم اصطلاحات**، ادارہ تعلیمات اسلامیہ پاکستان، طبع دوم ۲۰۰۸، ص۳۳

[23]۔ بخاری، **الصحیح**، کتاب العلم، باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ فاتم الحدیث ثم اجاب السائل، حدیث نمبر ۵۹

[24]۔ مسلم، **الصحیح**، کتاب الامارۃ، باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، حدیث نمبر ۱۸۲۵

[25]۔ البقرہ، ۲: ۱۲۹

[26]۔ ترمذی، **السنن**، کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضلۃ الفقہ علی العبادۃ، حدیث نمبر ۲۶۸۷

[27]۔ محمود احمد غازی، **محاضرات فقہ**، ص ۲۱۵، محاضرات شریعت، ص ۲۹۳۔۲۹۴

[28]۔ المائدہ، ۵: ۲۷

[29]۔ الحجرات، ۴۹: ۱۰

[30]۔ مسلم، **الصحیح**، کتاب البر والصلہ، باب تراحم المومنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث نمبر ۶۵۸۶

[31]۔ آل عمران، ۳: ۱۰۳

[32]۔ الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، **مسند**، دار المغنی للنشر والتوزیع السعودیہ العربیہ ۲۰۰۰، ج ۴، ص ۲۰۹۳

[33]۔ القصص، ۲۸: ۸۳

[34]۔ الاعراف، ۷: ۵۶

[35]۔ البقرہ، ۲: ۲۰۵

[36]۔ مسلم، **الصحیح**، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ امام عادل، حدیث نمبر ۱۸۲۸

[37]۔ الانعام، ۶: ۸۲،۸۱

[38]۔ النحل، ۱۶: ۱۱۲